ناناراؤ پیشوا

(از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

ناناراؤ پیشوا کا نام مہاراجہ دھندو پنت تھا۔ مرہٹہ سردار مادھو نرائن راؤ بہٹ کے صاحبزادے تھے پیشوا خاندان سے تعلق تھا۔

ویلزلی ہندوستان آیا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کے حکمرانوں کو کمزور کر دیا جائے تاکہ انگریزی طاقت سے ٹکر نہ لے سکیں۔

اس نے "عہد معاونت" مدد کا طریقہ اختراع کیا جو راجہ اسے قبول کرلے وہ ہمیشہ کے لئے ختم اور جو نہ قبول کرے اسپر انگریزی فوج کشی مگر اس کا مطلب دکھاوے کا یہ تھا کہ جو حکمران اسے قبول کرے انگریز اس کے معاون ہوں گے فوجی مدد دیں گے۔ دشمن کا مقابلہ ہو یا خود ملک کے اندر چپقلش یا بغاوت۔ اس مدد کے بدلے حکمران کا فرض تھا کہ وہ ملک کا کچھ حصہ کمپنی کو نذر کرے اور معاون انگریزی فوج اپنے ملک میں رکھے اگر مدد قبول کرانے والوں میں جھگڑا ہو تو کمپنی پنچ بنے گی اور اس کا فیصلہ ماننا پڑے گا وغیرہ یہ تھا لارڈ ولزلی کا جال ٹیپو سلطان کے سامنے یہ جال پھینکا گیا مگر اس نے اپنی جان پر کھیلنا گوارا کیا اگر نظام اور مرہٹہ ولزلی کا ساتھ نہ دیتے تو ٹیپو سلطان فرنگیوں کو خلیج بنگال میں ڈھکیل چکا تھا۔ پھر اپنوں کی غداری سے سلطان میدان جنگ میں کام آیا نظام انگریز کے

دوست بن چکے تھے مرہٹوں کی خلش ولزلی کو باقی تھی۔ اس وقت باجی راؤ پیشوا مرہٹوں
کا سردار تھا ولزلی کے ارادے نے مرہٹوں کو فکرمند کیا وہ متفقہ تقدیر آزمائی پر آمادہ ہوگئے
مگر مہاراجہ گائیکواڑ اور ہلکر شریک نہ ہوئے۔ انگریزوں نے پیشوا پر حملہ کیا مہاراجہ دولت
راؤ سندھیا پیشوا کی مدد کو آیا مہاراجہ ہلکر انگریزوں سے جا ملا نتیجہ یہ ہوا کہ پیشوا اور سندھیا
شکست کھا گئے اور مجبوراً "عہد معاونت" قبول کرنا پڑا باجی راؤ جب پونا پہنچا تو اس کا مزہ
چکھنا پڑا پھر اس نے کروٹ لی ولزلی کا پھندا گردن سے نکالنا چاہتا تھا سنبھلنے بھونسلہ
کو مدد کے لئے پونا بلایا۔ مگر فوج کے افسر یورپی تھے ولزلی نے پوری قوت مرہٹوں کے
مٹانے کے لئے لگا دی کی مقابلہ ہوا یورپین افسر نمک حرامی کر گئے نتیجہ مرہٹوں کی
شکست تھا ۱۸۱۷ء میں سندھیا اور بھونسلہ نے انگریزوں سے صلح کر لی ۱۸۱۸ء میں
باجی راؤ سرجان میلکم کی سپردگی میں آگئے اور پونا چھوڑ کر بٹھورا کانپور میں اقامت پذیر
ہوئے ۸ لاکھ روپیہ پنشن مقرر ہوئی باجی راؤ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس نے اپنے
عزیز مادھو نراین راؤ بھٹ کے صاحبزادے دھوندو پنت کو گود لے لیا مادھو نراین
کا وطن "برہم ورتا" تھا دھوندو پنت کی عمر ۲½ سال کی تھی[1]۔

باجی راؤ نے ان کو متبنیٰ کیا اور رسوم بھی ادا کی گئیں نام نانا راؤ رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت | باجی راؤ نے نانا راؤ کو اعلیٰ تعلیم دلوائی انگریزی میں معقول استعداد تھی
کتب بینی کا بڑا شوق تھا تاریخ سے دلی لگاؤ تھا۔

اوائل عمری میں انگریز حکام سے گہرے تعلقات تھے بڑے بڑے ڈنر
ان کے یہاں ہوتے اور افسران ان میں شرکت کرتے[2]

---

[1] کانگریس کے ساٹھ سال صفحہ ۸۸ [2] مسلمانوں کا روشن مستقبل

۱۸۲۷ء میں باجی راؤ نے نانا راؤ کو اپنا گدی نشین کیا اس کے ایک سال بعد ۱۸۵۱ء میں وہ انتقال کر گئے یہ زمانہ لارڈ ڈلہوزی کا تھا۔ نانا راؤ کے کلکٹر کانپور سے ملنے والے تھے انھوں نے عظیم اللہ خاں کی تعریف کی چنانچہ نانا صاحب نے ان کو بلایا کچھ عرصہ میں تعلقات بے حد قایم ہو گئے

عظیم اللہ خاں کانپور مشن کالج میں مدرس تھے۔ تھے غریب گھرانے کے جیس انگریز کے یہاں ان کے باپ ملازم تھے اس نے ان کا رجحان طبیعت دیکھ کر مشن اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ ماسٹر گنگا دین وہاں مدرس تھے ان کی توجہ بھی زیادہ ہونے لگی محمد علی خاں جمی گرین ہم سبق تھے فارغ التحصیل ہو کر کالج میں ہی منسلک ہو گئے[1] عظیم اللہ خاں کو نوکری چھڑوا کر اپنی ریاست کا سربراہ کار کر دیا۔

پنشن کی ضبطی لارڈ ڈلہوزی نے جہاں ریاستیں ضبط کیں وظائف پر بھی ہاتھ مارا نانا صاحب کو متبنیٰ تسلیم ہی نہیں کیا اور پنشن باجی راؤ کی ضبط کر لی ۸ لاکھ روپیہ کی کمی کا اثر نانا صاحب نے بہت لیا عظیم اللہ خاں نے یہ تجویز نانا راؤ کے سامنے رکھی کہ میں انگلستان جا کر ڈائرکٹرز کے سامنے لارڈ ڈلہوزی کا ظالمانہ حکم سامنے رکھوں گا امید ہے وہاں ہماری استدعا منظور ہو جائے چنانچہ نانا صاحب نے ۵ لاکھ روپیہ اور اپنے بھائی بالا صاحب گوکھلے اور محمد علی خاں عرف جمی گرین کو عظیم اللہ خاں کے ساتھ انگلستان روانہ کیا یہ جب وہاں پہنچا شاندار ہوٹل میں مقیم ہوا اور بڑے پیمانہ پر دارالامرا کے لارڈس کی دعوتیں کیں اور روپیہ مثل پانی کے بہایا مشہور دکیں کیے گئے ان کے رئیسانہ ٹھاٹ نے "انڈین پرنس" کے نام سے شہرت عظیم اللہ کو دی۔

---

[1] جمی گرین (مصنف علیگڈھ)

۱۸۴۱۵

عظیم اللہ خاں ایک حسین افغانی تھا جوان العمر امرائے انگلستان کی صاحبزادیاں
جھک پڑیں خط وکتابت ہونے لگی یہ دامن بچا گیا۔ اس زمانہ میں ستارہ کے راجہ کی
کی طرف سے رنگوجی باپوجی آئے ہوئے تھے وہ بھی ناکامیاب ہوئے اور عظیم اللہ
کی تمام مساعی خاک میں مل گئیں ۵ لاکھ روپیہ برباد گیا عظیم اللہ براہ قسطنطنیہ ہندوستان
۱۸۵۵ء میں روانہ ہوا قسطنطنیہ میں کچھ عرصہ قیام کیا وہاں سے کریمیا گیا ان دنوں وہاں روس
اور انگریزوں میں جنگ ہو رہی تھی ۱۸ جون ۱۸۵۵ء کو انگریزوں نے حملہ کیا شکست یاب
ہوئے یہ کریمیا میں لندن ٹائمس کے نامہ نگار سر ولیم ہاورڈ رسل کے خیمہ میں مقیم تھے[۱] وہاں
سے لوٹ کر قسطنطنیہ آئے جس ہوٹل میں ٹھہرے چند روسی افسران بھی مقیم تھے۔ ان سے
تبادلہ خیالات ہوا۔ انھوں نے کہا تم انگریزوں کا بچہ ہندوستان سے کیوں نہیں کاٹتے
اگر انقلاب کی تیاری کرو ہماری حکومت ساتھ دے گی۔ چنانچہ ان کی رضامندی دیکھتے
ہوئے کچھ روسی پیچھے لگ گئے ایک نے ہندوستان آکر اپنا نام عبداللہ بیگ رکھا عظیم اللہ
اور محمد علی خاں روہیلکھنڈی ہندوستان واپس آئے مگر روسیوں کی باتوں کا اثر لئے
ہوئے تھے نانا راؤ سے تمام روداد سفر بیان کی نانا کو پنشن کے بند ہونے کی اور انگریزوں
کی بے انصافی کی خلش تھی ہی وہ عظیم اللہ کے ہم رائے ہوگئے اور کمپنی کے راج کو سرزمین
ہند سے کھونے کے درپے ہوئے[۲] رنگوجی باپوجی ستارا واپس آیا اس نے اپنے علاقے
میں انگریز کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔

انگریزی بیزاری کا سبب | انگریز نے جنگ پلاسی کے بعد سے روپیہ کی لوٹ کھسوٹ اور
انگلستان کی صنعت کو فروغ دینے کے لئے ہندوستانی صنعت کی پامالی۔ ریاستوں

---

[۱] دی وار آف دی کریمیا از ولیم رسل [۲] محمد علی خاں جمی گرین مصنف جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۱۴۱

کا الحاق اس سے بڑھ کر ہندو مسلمانوں کے مذہبی رسوم میں مداخلت ہندوستان افلاس کا شکار تو ہو چکا تھا ایک لے دے کے مذہب رہ گیا تھا اس پر بھی ڈاکہ ڈالے لگا عیسائی مشنریوں نے رسائل بازی شروع کر دی ہر مذہب پر حملہ کرنے لگے ہندو مذہب کے خاتمہ کے خواب نظر آنے لگے خیال یہ تھا اگر یہ لوگ عیسائی ہو گئے تو ہندوستان کا دوامی پٹہ انگلستان کے حق میں ہو جائے گا مسلمانوں سے حکومت لے چکے تھے اور ان پر عتاب کی نظر تھی بھی زیادہ بلکہ بقول گارسان دتاسی

"جامع مسجد دہلی کو گرجا بنانے کے منصوبے ہو رہے تھے"

عیسائی مناد سے علماء بھڑ پڑے رسالہ بازی کا جواب رسالہ سے دینے لگے مسلمانوں میں انگریز سے منافرت دن بدن بڑھنے لگی ہندو پنڈتوں نے بھی اپنی مقدس کتابوں سے انگریز کے خلاف اشلوک پیش کرنا شروع کیا[1]

مولوی احمد اللہ شاہ دلاور جنگ (نواب مینا پٹن مدراس کا لخت جگر) نے تاج و تخت کو چھوڑ کر کوچہ فقر میں قدم رکھا پیری مریدی کا شغل اختیار کیا اور سیاحت پر کمر باندھی گوالیار آکر محراب شاہ قلندر سے خلافت ملی اور نصاریٰ سے جہاد کی اجازت لے کر دلّی آئے یہاں مفتی صدرالدین خاں آزردہ سے مل کر آگرہ گئے مفتی انعام اللہ خاں بہادر گوپاموی وکیل صدر نظامت کے یہاں مقیم ہوئے ان کا گھر علماء کا مرکز تھا مجلس علماء کی تشکیل کی وعظ اور تذکیر کا سلسلہ جاری کیا مسٹر سوزنٹ فرانسیسی مبلغ عیسویت شاہ صاحب کے ہمنوا ہو گئے بابو بینی پرشاد وکیل الہ آبادی معتقد تھے بقول مولوی فضیل احمد منگلوری دس دس ہزار ہندو مسلمان شاہ صاحب

---

[1] تاریخ بغاوت ہند

کے وعظ میں شریک ہوتے آگرہ سے کانپور آئے عظیم اللہ خاں ان سے ملے پھر لکھنؤ ہو کر فیض آباد گئے۔

ٹی ڈبلیو فارسٹر انڈین میوٹنی میں جارلس نال کے حوالہ سے لکھتا ہے

"اودھ کے باغیوں کی تجاویز اور سازش کی تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا اس مولوی کو انگریز حکام بحیثیت احمد شاہ فقیر اور صوفی عرصہ سے جانتے تھے شمالی مغربی صوبہ جات میں ظاہرہ مذہبی تبلیغ کی خاطر پھر چکے تھے لیکن فرنگیوں کے لئے یہ رازہی رہا اپنے سفر کے دوران میں ایک عرصہ تک وہ آگرہ میں مقیم رہا حیرت انگیز اثر شہر کے مسلم باشندوں پر تھا شہر کے مجسٹریٹ ان کی حملہ نقل و حرکت پر نظر رکھتے تھے عرصہ بعد اس کا یقین ہوا کہ وہ برطانوی حکومت کے خلاف ایک سازش کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کو کسی باغیانہ جرم میں ملوث نہ پایا گیا وہ آزاد رہے اور لکھنؤ اور فیض آباد گئے جس وقت ۱۸۵۷ء کی بغاوت رونما ہوئی ...... ایک طاقت ور فوج کے سپہ سالار بن گئے۔"

اسی طرح ہندوستان میں اور حضرات بھی انگریز کے خلاف عوام کو تیار کر رہے تھے اس کا اثر سرکاری ملازمین پر بھی پڑ رہا تھا۔

نانا راؤ اور عظیم اللہ نے وقت کا اندازہ کر کے بٹھور میں ایک جماعت کی تشکیل کی جس میں مرہٹہ سردار تانتیا ٹوپی، منیا بائی۔ تانتیا ٹوپی کے والد سری پانڈورانگ راؤ بہٹ اور البرٹ میکسر فرانس کا جرائم پیشہ اور مسٹر گارڈن اور مولوی عبداللہ صلاالصمد اور مسلاۃ عظیناد وغیرہ شریک ہوئے میکسر انگریزی فوج میں ملازم تھا مگر وہ برٹش حکومت کا تختہ الٹ کر پھر فرانس کا اقتدار ہندوستان پر قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔

نانا راؤ نے مرہٹوں اور مسلمانوں کی سادھو اور فقرا کی صورت میں ٹولیاں کانپور سے پونا تک بھیجنی شروع کر دیں خود نانا ٹوپی جوگیانہ لباس میں طوفانی دورا کرتے ہوئے افواج سرکار میں بددلی پھیلا آئے ادھر عظیم اللہ خاں نے رجواڑے اور نوابوں کے پاس سفیر روانہ کئے۔ نانا صاحب اور عظیم اللہ نے جاترا کے نام سے ملک کا دورا کیا۔ واجد علی شاہ سے ملے وہ تو کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔ البتہ علی نقی خاں ہمنوا تھے۔ دلی گئے نانا صاحب خود بادشاہ سے ملے مگر انہیں سکت نہ تھی مگر نانا صاحب اور عظیم اللہ ہمت نہ ہارے۔ مولوی احمد اللہ شاہ سے مشورہ ہو چکا تھا بغاوت کی اسکیم مرتب ہو گئی ملک اغاز ۱۸۵۷ء میں مثل بارود بن چکا تھا شتابہ کی دیر تھی بارک پور میں فوجی سپاہی منگل پانڈے نے انگریزی اقتدار کے خلاف آواز اٹھائی فوجی آئین کی رو سے اس کو گولی کا نشانہ بنا پڑا ہمراہی برخواست کر دئے گئے اس واقعہ سے افواج سرکاری میں ہیجان پیدا ہو گیا اس کے بعد میرٹھ میں فوجی کمانڈر کی وجہ سے فوج بگڑ گئی شعلے بھڑک اُٹھے دور دور اس کی لپیٹیں پہونچیں۔ دلی۔ لکھنؤ۔ کانپور نے لیڈ اثر لیا مولوی احمد اللہ شاہ فیض آباد میں گرفتار کئے گئے تھے چھوٹ کر لکھنؤ آئے اور نصف علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور نواب واجد علی شاہ کے صاحبزادے مرزا برجیس قدر زیر نگرانی حضرت محل تخت پر بٹھا دئے گئے راجہ جواہر سنگھ راجہ مان سنگھ نواب ممو خاں کی کارفرمائی کو دخل تھا۔

کانپور منشی رسول بخش کا کوروی جو تحریک انقلاب کے ایک رکن تھے ان کی کارگذاری کی اطلاع مسٹر کارنگی کو مل گئی دھوکہ سے بلا کر مع ۲۲ نفوس کے پھانسی پر چڑھا دیا لکھنؤ سے کانپور خبر پہنچی تیسرا رسالہ جس کے ساتھ توپ خانہ تھا وہ غصہ سے بے تاب ہو گیا اور

بنگلے حکام کے نذر آتش کئے اب اس کے ساتھ شہر کے انقلابی شریک ہو گئے۔

انقلابی تحریک کا پورا قبل ہوٹ پھیلی ملک کو تیار ہو چکا تھا مگر بعض علاقے ہموار نہیں ہوئے تھے جس کا اثر بعد میں برا پڑا۔

سرکاری فوج جو حریت نواز ہو چکی تھی سیدھی کانپور سے بٹھور پہونچی وہاں سب سردار جمع تھے اس واقعہ کے گذرنے سے ان کی اسکیم میں کمزوری واقع ہو گئی تھی مشورے ہو رہے تھے کہ فوج نے جاتے ہی نانا راؤ پیشوا کو سلامی دی۔ اور تخت نشین کیا۔ ایک کانسل کی تشکیل ہوئی۔ عظیم اللہ خاں۔ تانتیا ٹوپی۔ بینا بائی۔ میکسر فرانسیسی بالا صاحب گوکھلے وغیرہ۔ نانا صاحب نے اس وقت دربار کیا۔ عظیم اللہ خاں نے تمام ہندوستان کا راجہ نانا صاحب کو قرار دیا اس رائے کو ہر ایک نے بطیب خاطر منظور کیا دوسرے دن نانا صاحب تزک و احتشام کے ساتھ کانپور رونق افروز ہوئے اور عظیم الشان دربار کیا گیا تمام عمائد شہر اور فوجی افسران شریک دربار ہوئے عظیم اللہ خاں دیوان بنائے گئے۔ نانا صاحب نے سبز جھنڈا لہرایا اور تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ

بہادر شاہ دہلی کا یہ جھنڈا ہے اور میں ان کا نائب ہوں بادشاہ ہمارے دہلی ہیں۔ دربار میں سناٹا چھا گیا عظیم اللہ کی منشا کے خلاف نانا صاحب کا عمل تھا عظیم اللہ اور تانتیا ٹوپی تمام ہندوستان میں پیشوا کا راج چلا رہے تھے مگر وقت کا لحاظ کر کے خاموش ہو گئے اور ایک تقریر معرکہ کی کی دربار میں ہر شخص جانبازی اور سر فروشی کے لئے تیار ہو گیا نانا صاحب نے فوج کا وزیر جنگ تانتیا ٹوپی کو مقرر کیا اور ان کی نائب منیا بائی تجویز ہوئیں بارہ ہزار فوج سوار پیدل مع توپ خانہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی۔[1]

---

[1] تاریخ کانپور

کانپور کی سرکاری فوج کا کمانڈر جنرل ویلر تھا وہ یہ رنگ دیکھ کر اسپتال میں قلعہ بندی کر کے بیٹھ گیا۔ میا بائی فوج کو لے کر حملہ آور ہوئی ۲۰ دن متواتر مقابلہ ہوتے رہے انگریزی فوج کو سخت نقصان اٹھانا پڑا آخرش جنرل ویلر نے میا بائی سے کہا ہم ہتھیار ایک شرط پر ڈالنے کو تیار ہیں کہ ہم سب انگریزوں کو الہ آباد جانے دیا جائے میا بائی نے تانتیا ٹوپی سے کہا اور عظیم اللہ خاں سے مشورہ ہوا پھر نانا صاحب کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش ہوا چنانچہ افسران نانا راؤ اور جنرل ویلر میں عہد و میثاق ہوا ویلر معہ دیگر انگریزوں کے کشتیوں پر سوار کر دیئے گئے جنرل ویلر کی کشتی آگے بڑھی مگر فوجی افسروں کو یہ صورت ناگوار گذری ادھر بالا صاحب گو کھلے اور البرٹ میکسر اور نانا صاحب کی داشتہ عظیما جوالا پرشاد نے کشتیوں پر توپوں سے بندوقوں کی باڑ لگوا دی۔ عظیم اللہ خاں نے اپنی وعدہ خلافی کا بڑا اثر لیا اور وہ نانا صاحب سے بگڑ بیٹھے۔ جو انگریز بچ سکے وہ الہ آباد چلے گئے۔

کانپور میں نواب محمد علی خاں عرف ننے نواب قرابت دار نواب معتمد الدولہ جو انگریز سے گٹھے ہوئے تھے ان کا گھر لوٹ لیا گیا۔ پھر شہر میں امن قائم ہو گیا مرہٹہ سردار تانتیا ٹوپی رانی جھانسی کی امداد کے لئے گئے نانا صاحب بٹھور میں مقیم ہو گئے اور انگریز کی طرف سے ان کو غفلت سی رہی۔ کامیابی پر محفل رقص و سرود نے انگریز کو موقع دے دیا چنانچہ جنرل سر ہنری ہیولاک اور جنرل سر جیمس اوٹرم فوج گراں لے کر بٹھور پر حملہ آور ہوا۔ جاں نثاراس معرکہ میں زیادہ کام آئے نانا صاحب کو عنان ہزیمت ہاتھ میں لینی پڑی اور مقابلہ سے ہٹ گئے مگر ان کا خاندان محلات

لہ تاریخ بغاوت ہند

بھور میں گھر گیا۔ نانا راؤ گنگا سے اُتر کر فتح پور چوراس پہنچے اور مقیم ہو گئے تا دم میدان خالی پا کر انگریزی فوج نے بھور پر قبضہ جما لیا لوٹ شروع ہوئی محلات کو توپوں سے اڑا دیا جو اس میں تھے وہ بھی خطرے میں مبتلا ہوئے مینا بائی کو گرفتار کر لیا اور محلات میں آگ لگا کر اس میں جھونک دی گئی۔ جنرل ہیگ نے تین ہزار انقلابیوں کو دار پر چڑھا دیا[1]۔

نانا راؤ نے نواب عالیہ حضرت محل والدہ نواب برجیس قدر بہادر کے پاس لکھنؤ اپنا وکیل روانہ کیا نواب عالیہ نے راجہ جے لال سنگھ کلکٹر کو حکم دیا کہ ۱۲ اونٹ اور ۲۹ چھکڑے ۔ا گاڑیاں پچیس ہاتھی لے کر فتح پور چوراسی جاؤ اور نانا صاحب کا احترام اور ان کا حفظ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھنؤ لے آؤ چنانچہ نانا صاحب ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ کو لکھنؤ میں داخل ہوئے ۱۱ ضرب توپ کی سلامی دی گئی حتٰی ۲۵ ہزار روپیہ دعوت کے اور خلعت قبائے زریں بشمشیر و سہ مالائے مروارید نورتن۔ مرصع۔ دوشالہ رومال۔ ا اسپ مع ساز نقرہ دہو درج نانا راؤ کی خدمت میں حضرت محل کی جانب سے نذر کیا گیا[2]۔

نانا راؤ سے عظیم اللہ خاں آکر ملے پھر مولوی احمد اللہ شاہ کے کیمپ میں نانا صاحب گئے شاہ صاحب کے یہاں کا دربار جانبازوں اور سرفروشوں کی محفل تھی نانا صاحب کو شاہ صاحب نے گلے سے لگایا اور پہلو میں جگہ دی۔ جنرل بخت خاں اور شہزادہ فیروز شاہ سے بھی ملاقات ہوئی پھر نانا صاحب بریلی میں نواب خان بہادر خاں کے پاس گئے۔ ممو خاں کی تلون مزاجی سے حضرت محل نے لکھنؤ چھوڑا شاہ صاحب

---

[1] قیصر التواریخ حصہ دوم صفحہ ۲۰۱ [2] ایضاً

بھی ہٹ کر شاہجہاں پور پہنچ گئے یہاں نواب قادر علی خاں ناظم شہر نواب بہادر خاں کی طرف سے تھے

نواب تفضل حسین خاں رئیس فرخ آباد جنرل اسمٰعیل خاں یہاں آگئے شاہ صاحب نے تمام منتشر فوج کو یکجا کیا ۲۸ راپریل ۵۸ء کو بجپور یہ کے قریب انگریزی فوج سے سخت مقابلہ کیا سرکالن کمپل جو لکھنؤ میں شاہ صاحب سے شکست کھا چکا تھا وہ فوج گراں لے کر شاہجہاں پور آگیا سب کے مشورہ سے محمدی پور کی گڑھی پر قبضہ کیا اور حکومت قائم کی فوج کے جنرل بخت خاں مقرر ہوئے۔ قاضی سرفراز علی گورکھپوری قاضی القضاۃ مقرر کیے گئے نانا راؤ پیشوا دیوان اور شاہزادہ فیروز شاہ وزیر اور کونسل میں ڈاکٹر وزیر خاں نواب تفضل حسین خاں نواب ممو خاں مولوی عظیم اللہ خاں مولوی لیاقت علی الہ آباد نواب خان بہادر خاں وغیرہ تھے سکہ مضروب ہوا۔

سکہ زد بر ہفت کشور خادم محراب شاہ حامی دین محمد احمد اللہ بادشاہ

مگر شاہزادہ فیروز شاہ اور شہزادہ مرزا کوچک برادر اور ظفر بہادر نے چیمگوئیاں شروع کردی تھیں فیروز شاہ خود بادشاہت کے خواب دیکھ رہے تھے یہاں بھی دو ملاؤں میں مرغی حرام ہوگئی حضرت محل برجیس قدر کو لیکر نیپال گئی ممو خاں چلتے ہوئے شاہ صاحب اپنے مرید راجہ بلدیو سنگھ رئیس پوائیں کی دعوت پر پوائیں گئے دھوکے سے نہتا پر گولیاں برسائی گئیں یہ ۵ رجون ۵۸ء کا واقعہ تھا[1]

ڈاکٹر وزیر خاں اور شاہزادہ فیروز شاہ سندیلہ گئے تمام ساتھی منتشر ہو گئے

[1] قیصر التواریخ حصہ دوم [2] غدر کے چند علماء صفحہ ۱۰۱

نانا راؤ اور عظیم اللہ بھی نیپال کی طرف چلتے ہوتے گورنمنٹ نے گرفتاری کا انعام مقرر کیا چند مشکل مرہٹے شب میں پکڑے گئے اور پھانسی پر لٹکا دئے گئے نانا راؤ پیشوا اور عظیم اللہ نیپال کی ترائی میں ۱۸۵۹ء تک لوگوں کو نظر آئے۔[1]

نانا راؤ کے حالات انگریز مورخین نے بھدے لفظوں میں بڑھا چڑھا کر لکھے ہیں۔ حتیٰ کہ گارسان دتاسی اپنے خطبات میں ایک جگہ کہتا ہے۔

"غدر کے جگر خراش اور اندوہ گیں مناظر کے بڑے بانیوں میں نانا صاحب ایک تعصب کی آگ میں بجھا ہوا ہندو تھا یہ شخص پیشوا باجی راؤ کا لے پالک (متبنیٰ) تھا نانا صاحب نے بٹھور میں سکونت اختیار کر لی تھی یہ مقام کانپور کے پاس ہے سنا ہے کہ یہ خونخوار انسان انگریزی تقریر و تحریر میں ید طولیٰ رکھتا تھا اس شخص نے شکسپیر کے مشہور ڈرامہ ہملٹ کا ترجمہ بھی کیا تھا۔[2]

مگر ذمہ دار برطانوی مورخوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ نانا صاحب کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہ تھا جو کچھ وہ اپنا ملک انگریز سے نکالنے اور بچانے کے لئے کیا چنانچہ گیرٹ اور تھامپسن کی مشہور تصنیف ہندوستان میں برطانوی حکومت کا عروج اور تکمیل" میں یوں لکھا ہے

"کانپور میں بچوں اور عورتوں کا قتل ایک مجنونانہ فعل تھا لیکن اس کا باغی فوجیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی ان افواہوں کی تصدیق ہو سکی ہے کہ عورتوں پر مظالم اور عصمت دری کے واقعات ہوئے حقیقت

[1] بغاوت ہند حصہ دوم صفحہ ۱۹۳ [2] خطبات گارسان دتاسی صفحہ ۲۲۶

یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی شہادت نہیں ملتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قتل عام دہشت زدگی پھیلانے یا خود اپنے ہاتوں کیا گیا ہو اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان وحشیانہ سزاؤں کے بعد ہوا جو اگینارڈ کے سنتریوں نے الہ آباد اور بنارس میں ہندوستانی فوجوں کو دیں"۔

وفات | نیپال کی ترائی میں نانا صاحب نے اواخر ۱۸۵۹ء میں انتقال کیا۔[1]

لہ قیصر التواریخ جلد دوم صفحہ ۲۴۸

علمارِ حق

حصّہ اول | اس حصّہ میں ان تمام علمارِ امت کے مفصل حالات زندگی اور کارنامے درج ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی سے لے کر تحریک دار العلوم دیوبند تک۔ وطن و ملت کی آزادی کے لئے جدوجہد کی اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

یہ حصّہ ۱۶۵ عنوانات اور ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

حصّہ دوم | اس حصّہ میں دوسری جنگ عظیم سے لے کر مہاتما گاندھی کی قربانی تک کے تمام سیاسی حالات اور اس دوران میں جن علمارِ حق نے آزادیٔ وطن اور اس کے بعد ملک میں قیام امن و اتحاد کے لئے انتھک کوششیں کی ہیں ان کا مفصل تذکرہ درج ہے

قیمت حصّہ اول ۳۰۴ صفحات مع خوبصورت گرد پوش ے/۴

قیمت حصّہ دوم ۲۳۶ " " " " عہ/۸

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی